ĪQĀN -Vol: 04, Issue: 02, Jun-2022
DOI:10.36755/iqan142.2022,PP: 53-71

OPEN ACCESS
Name
3336-2617pISSN:
3700-2617eISSN:
www.iqan.com.pk

مروجہ انشورنس کے بارے میں اجتماعی فقہی اداروں کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Opinions of Collective Jurisprudential Institutions on Prevailing Insurance

* ***Dr. Atiq ul Zafar Khan*** *<atiq.zafar@riphah.edu.pk>*
Dean faculty of Social Sciences, Riphah International University, Islamabad.
** ***Dr. Hafiz Waqas Khan*** *<waqas.khan@riphah.edu.pk >*
Assistant Professor, Department of Islamic studies, Riphah International University, Islamabad

Version of Record
Received: 30-April-22; **Accepted** :13-May-22; **Online/Print**: 30-Jun-22

ABSTRACT

The insurance agreement is a significant issue of Islamic jurisprudence which has concerned numerous arguments and deliberations. Shari'ah researchers, economists, and experts have categorically discussed their views from a Shari'ah stands point. A number of scholars are opposed to the idea of modern insurance. They highlight objectionable elements like interest, gambling, and uncertainty in insurance. On the other hand, some scholars say nothing incorrect with insurance. According to them, an insurance contract is a valid contract from the Shari'ah point of view because it is based on Islamic values of collaboration and mutual help. Many international conferences and seminars had been organized on said issue and were studied by collective fiqhi bodies and research organizations in different Muslim countries. This paper aims to review and analyze the verdict uphold in the conferences and the resolutions of research organizations about the shari'ah position of insurance as the collective opinion are always considered stronger than individual opinion. Resolutions of almost all well-known reputed fiqhi bodies were collected and analyzed. It is noted with surprise that although some scholars consider insurance permissible but all collective fiqhi bodies are unanimous on it impermissibility due to the involvement of prohibited elements found in this contract. These bodies also suggested the possible alternative to commercial insurance. `The 1992 report of the Council of Islamic Ideology Pakistan is the most comprehensive work on this subject and provides a detailed model based on the concept of Waqf.

Keywords: *Insurance, jurisprudence, Shari'ah, fiqhi bodies*

CC BY

بیمہ کا تعارف:

خطرات اور متوقع ضرر سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنا اور اس کے لیے تدابیر اختیار کرنا ہر ذی روح کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ انسان ذی عقل ہونے کی وجہ سے اس حوالے سے دیگر مخلوقات میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات بھی چونکہ فطرت کے قریب ہیں اس لیے اسلام نے بھی نقصان پہنچانے اور انقصان اٹھانے دونوں کی ممانعت کی ہے۔ نبی مہرباں ﷺ کی حدیث کے مطابق:

"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"[1]

"نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ"

ابتدا سے ہی بنی نوع آدم نے مشکلات اور تکالیف کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف و منفرد طریقے استعمال کرنا شروع کر دیے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں بہتری لائی جاتی رہی۔ موسم کی سختیوں اور ایذا رساں چیزوں سے محفوظ رہنے کے لیے اولاً غاروں میں سکونت اختیار کی گئی پھر کچے مکان بنائے گئے اور اب انسان پختہ مکانوں میں رہائش اختیار کرتا ہے۔ جن میں ہر طرح کی ممکنہ سختیوں کا بہتر حل ممکن ہوتا ہے۔ قدیم زمانے سے ہی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اجتماعی منصوبہ بندی کر لی گئی تھی مثلاً سمندری تاجروں نے کسی ایک یا چند افراد کو مالی نقصان سے بچانے کے لیے یہ طریقہ نکالا کہ ہر شخص اپنا سامان کسی ایک کشتی پر رکھنے کے بجائے اسے مختلف کشتیوں پر تقسیم کر دے۔ تاکہ کسی ایک کشتی کے ڈوبنے کی صورت میں سب جزوی نقصان برداشت کریں بجائے اس کے کہ کسی کا کل سامان ہی ڈوب جائے۔ ساتھ ہی تاجروں نے اس نقصان کو پورا کرنے کی غرض سے باہمی تعاون سے فنڈ اکھٹا کرنا شروع کر دیا تھا۔ بعد ازاں سامان کی حفاظت کے غرض سے رقم وصول کرنا شروع کر دی گئی جسے بیمے کی ابتدائی شکل قرار دیا جاسکتا ہے۔

بیمے کی تاریخ:

موجودہ شکل میں بیمے کی ابتدا سولہویں صدی میں انگلستان کے ایک قہوہ خانے میں ہوئی۔ یہ قہوہ خانہ ساحل پر واقع تھا۔ اس کے مالک کا نام ایڈورڈ لائیڈ تھا۔ یہ قہوہ خانہ جلد ہی ایسے جہازوں کی نسبت تازہ معلومات کے لیے، جو سمندر میں سفر کر رہے ہوں یا کسی بندرگاہ پر پہنچنے والے ہوں، پسندیدہ ترین مقام بن گیا۔ ایڈورڈ لائیڈ نے لوگوں کی سہولت کے لیے ایسی معلومات کو باقاعدہ شکل میں لوگوں تک پہنچانے کا انتظام بھی کر لیا۔ پھر اسی قہوہ خانے نے تاجروں اور بیمہ کرنے والوں کے لیے مرکز کی حیثیت حاصل کر لی۔ ایڈورڈ لائیڈ کی وفات کے بعد اس کے ورثاء نے یہ ذمہ داری اٹھائی اور اِس ادارے نے پہلے ایک بیمہ کمپنی اور پھر بعد میں کارپوریشن کی حیثیت اختیار کر لی۔ یہ ادارہ اب بھی دنیا کے قدیم ترین بیمہ کاری کے ادارے کی حیثیت سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے اور دنیا بھر میں جہاں بیمہ کا کام ہوتا ہے وہاں لائیڈز کارپوریشن کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ اس میں موجود ہوتا ہے۔ آگ کے بیمہ کا آغاز 1667ء میں ہوا۔ 1666ء میں لندن میں ایک خطرناک آگ لگی جس نے 436 ایکڑ کے رقبہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر نکولس باربون نے آگ کے بیمہ کا ادارہ قائم کیا جو پھر فونیکس انشورنس کمپنی میں تبدیل ہو گیا یہ انشورنس کمپنی اب بھی قائم ہے اور پاکستان سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں کام کر رہی ہے۔ بیمہ کا کاروبار تیزی سے آگے بڑھا اور بتدریج زندگی کا بیمہ، اشیاء کا بیمہ اور ذمہ داریوں کا بیمہ وغیرہ کی اقسام اس میں شامل ہوتی رہیں۔ حکومت کی جانب سے کاروبار کی تنظیم کے لیے قوانین

---

[1] سنن ابی داود، رقم الحدیث (۲۳۳۰، ۲۳۳۱) کتاب الأحکام، السلسلۃ الصحیحۃ للألبانی، رقم الحدیث (۲۵۰).

بنانے کا اہتمام کیا جاتا رہااور عہد حاضر میں بیمہ کمپنیوں کو مالیاتی نظام میں بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے جو ملکی سرمایہ کاری میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بینکوں کا کام بھی بیمہ کاری کے اداروں کی غیر موجودگی میں مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلیے کہ بینک جو بھی رقم کسی کو ادھار پر دیتے ہیں تو اس بات کی یقین دہانی حاصل کرتے ہیں کہ اس رقم سے حاصل شدہ اشیاء کی حفاظت کے لیے بیمہ کروالیا گیا ہے۔

بیمہ کی پالیسیوں کی اقسام:

موجودہ دور میں بیمہ کی مختلف پالیسیوں کو تین بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1. زندگی کا بیمہ (Life insurance)
2. اشیاء اور املاک کا بیمہ (General Insurance)
3. ذمہ داریوں کا بیمہ (Liability Insurance or 3rd party Insurance)

1-زندگی کا بیمہ:

بیمہ کی اس قسم میں کمپنی پالیسی ہولڈر سے ایک مخصوص رقم (پریمیئم) ایک مخصوص مدت مثلاً 10،15 یا 20 سالوں تک اس وعدے کے ساتھ وصول کرتی ہے کہ اگر پالیسی ہولڈر کا دوران معاہدہ انتقال ہو گیا تو کمپنی ایک متعین رقم بیمہ دار کے نامزد کردہ فرد کو دے گی۔ اور اگر بیمہ دار مدت معاہدہ تک زندہ رہا تو اس کو اپنی جمع شدہ رقم منافع کے ساتھ (جس کو بونس کہا جاتا ہے) ادا کر دی جائے گی۔ پریمیئم کا تعین ڈاکٹری معائنہ کے بعد پالیسی ہولڈر کی عمر، صحت کی حالت اور اس کے معمولات کا جائزہ لینے کے بعد کیا جاتا ہے۔

2-اشیاء کا بیمہ:

بیمہ کی یہ قسم بہت وسعت رکھتی ہے۔ اس میں ذاتی اشیاء مثلاً گاڑی، گھر وغیرہ، تجارتی اشیاء، دفاتر کارخانے، ہوائی جہاز وغیرہ کا بیمہ شامل ہے۔ اس نوعیت کے بیمہ میں عموماً چند گھنٹوں سے لے کر ایک سال تک کیلئے معاہدہ کیا جاتا ہے۔ بیمہ کی اس قسم میں پالیسی ہولڈر بیمہ کی قسط (پریمیئم) ایک بار ادا کرتا ہے اور کمپنی اس بات کا ذمہ لیتی ہے کہ اگر مدت معاہدہ کے دوران وہ مخصوص حادثہ، جس کے خلاف بیمہ کروایا گیا ہے، پیش آگیا تو کمپنی اس کے سبب سے واقع ہونے والے مالی نقصانات کو پورا کرے گی۔ مثلاً اگر کسی نے اپنی دکان کا آگ کا بیمہ کروایا ہے۔ تو آگ لگنے کی صورت میں دکاندار کو جو بھی نقصان پیش آئے گا وہ کمپنی ادا کرے گی۔ لیکن اگر وہ مخصوص حادثہ پیش نہیں آیا تو پھر پالیسی ہولڈر کو کوئی ادائیگی نہیں کی جاتی ہے۔

3-ذمہ داریوں کا بیمہ:

بیمہ کی یہ قسم پالیسی ہولڈر کے کسی عمل سے کسی تیسرے فریق کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کرنے کیلئے ہوتی ہے مثلاً اگر کسی شخص کی گاڑی سے کوئی شخص زخمی ہو جائے تو فریق اول کی بیمہ کمپنی زخمی شخص کے علاج معالجہ اور دیگر اخراجات ادا کرتی ہے۔ اس بیمہ پالیسی میں بھی کمپنی عموماً ایک مخصوص رقم لے کر ایک سال کیلئے یہ ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ اور اگر سال کے دوران کوئی حادثہ پیش نہ آئے تو پالیسی ختم ہو جاتی ہے اور اگر اگلے سال کیلئے بیمہ جاری رکھنا ہو تو

نئے سرے سے ادائیگی کر کے نئی پالیسی کا اجراء کروانا پڑتا ہے۔ گاڑی چلانے والوں کیلئے اس بیمہ پالیسی کا ہونا قانونی طور پر لازمی ہے۔ یہ بیمہ ہر ایسے کام کیلئے کروایا جاسکتا ہے جس میں ایک فریق کے کسی عمل سے کسی تیسرے فریق کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

مندرجہ بالا تمام اقسام میں بیمہ کمپنی پالیسی ہولڈرز سے وصول شدہ رقم عام طور پر حکومتی سندات اور کمپنیوں کے بانڈز خریدنے اور دیگر سود پر مبنی سرمایہ کاری میں لگاتی ہے اور اس طرح منافع کماتی ہے۔ رقم کا کچھ حصہ جائیدادوں کی خریداری پر بھی لگتا ہے۔ کمپنی محتاط بنیادوں پر حساب کتاب کر کے پالیسی ہولڈرز پر عائد کیے جانے والے پریمئیم کا تعین اس طرح کرتی ہے کہ تمام اخراجات پورے کرنے کے بعد اور پالیسی ہولڈرز کو لاحق ہونے والے اخراجات کی ادائیگیاں کرنے کے بعد بھی ایک قابل ذکر رقم منافع کے طور پر بچ جائے۔ یہ منافع کمپنی کی ترقی کیلئے استعمال ہوتا ہے اور کچھ حصہ کمپنی کے حصہ داران میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ تجارتی بیمہ کے کاروبار کا آغاز یورپ کے ممالک سے ہوا اور ان ممالک میں ہی اسے فروغ حاصل ہوا۔ آل عثمان کے زمانے میں جب ترکی حکومت کے تجارتی تعلقات یورپی ممالک سے قائم ہوئے تو اس وقت یورپین تاجروں کے توسط سے اسلامی ملکوں میں بیمہ داخل ہوا۔ اس کی نوعیت یہ تھی کہ مسلمان تاجر سامان کی ترسیل کیلئے جب یورپی جہاز رانوں سے جہاز کرایہ پر لیتے تھے تو اس کا لازمی بیمہ کرایا جاتا تھا۔ بیمہ کمپنیوں کے ایجنٹ سلطان کی اجازت سے بندرگاہوں کے نزدیک مقیم ہوتے تھے۔ وہ بیمہ کمپنیوں کے نمائندے کے طور پر قسط کی رقم (پریمئیم) وصول کرتے تھے اور نقصان ہونے کی صورت میں زرتلافی کمپنی سے وصول کر کے تاجروں تک پہنچاتے تھے۔ جب یہ کاروبار وسعت اختیار کرنے لگا تو علماء کے پاس اس کاروبار کی نوعیت کے بارے میں کثرت سے استفسارات آنے لگے۔ کتب فتاویٰ میں ردالمحتار وہ پہلی کتاب ہے جس میں کتاب کے مصنف علامہ ابن عابدین شامی نے بیمہ کے بارے میں تفصیل سے جواب دیے۔ علامہ ابن عابدین تیرھویں صدی ہجری (1198 تا 1225ھ بمطابق 1783ء تا 1863ء) کے معروف فقیہ ہیں۔ آپ بیمہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

> "اور ہماری اس تقریر سے اس سوال کا جواب بھی ظاہر ہو گیا جس کے بارے میں کثرت سے سوال کئے جا رہے ہیں کہ اب طریقہ یہ ہو گیا ہے کہ تاجر جب کسی حربی سے کوئی بحری جہاز کرایہ پر لیتے ہیں تو اس کا کرایہ ادا کرنے کے ساتھ ہی دارالحرب کے کسی باشندے کو جو اپنے ہی ملک (یعنی دارالحرب) میں مقیم رہتا ہے کچھ رقم اسی شرط پر دیدیتے ہیں کہ جہاز میں لاتے ہوئے مال کی آتش زدگی، غرقابی یا لوٹ مار ہو جانے کی صورت میں یہ شخص مال کا ضامن ہو گا۔ اس رقم کو "سوکرہ" کہا جاتا ہے۔ اس شخص کا کوئی ایجنٹ ہمارے ملک کے ساحلی علاقوں میں شاہی اجازت نامہ کے بعد مستامن بن کر رہتا ہے جو تاجروں سے بیمہ کی رقم وصول کرتا ہے اور مال کے ضائع ہو جانے کی صورت میں تاجروں کو نقصان کے برابر پورا پورا معاوضہ ادا کرتا ہے"[1]

آپ کی رائے اس مسئلے میں عدم جواز کی تھی۔ خلافت کے خاتمے کے بعد مسلمان ملکوں پر یورپی اقوام کے براہ راست تسلط کا دور شروع ہوا۔ اور اِن اقوام نے اپنے زیر تسلط علاقوں میں اپنے ادارے اور نظام وسیع پیمانے پر متعارف کرانے شروع کیے۔ بینکوں اور بیمہ کمپنیوں کی شاخیں کھلنا شروع ہو گئیں اور لوگوں کے ساتھ ان کا تعامل بڑھتا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفکرین نے اِن اداروں اور ان کے طریق کار کے بارے میں غور و فکر کرنا اور اپنی آراء کو لوگوں تک پہنچانا شروع کیا۔ یہ آراء زبانی استفسارات کے جوابات، فتاویٰ، مضامین اور مستقل کتب کی صورت میں سامنے آئیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں لکھی

[1] حاشیہ ابن عابدین، داراحیاء التراث العربی، بیروت، جلد ۳، ص249-250

جانے والی تحریروں کی تعداد بلامبالغہ سینکڑوں میں پہنچتی ہے۔ بلاد عرب اور برصغیر کے علماء نے قرآن وسنت کی روشنی میں کاروبار بیمہ کے فقہی پہلو پر بحث کی اور اِس کاروبار کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ لیکن چونکہ اِس سیمینار کا موضوع اجتماعی اجتہادی اور فقہی اداروں کی کاوشوں کا جائزہ لینا ہے۔ اِس لیے مقالے میں انفرادی آراء سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف کسی اجتماعی مجلس مثلاً سیمینار یا کانفرنسوں میں ہونے والے مباحث اور ان میں منظور کی جانے والوں قراردادوں اور اجتماعی فقہی اداروں کی طرف سے پیش کردہ فتاویٰ کو پیش کرتے ہوئے ان کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

فقہی اداروں کی آراء:

بیمہ کے حوالے سے اجتماعی طور پر تفکر کرنے کا سلسلہ ہمیں 1955ء سے لے کر تا حال دکھائی دیتا ہے ابتدائی دور میں زیادہ زور بیمہ کے شرعاً جائز یا ناجائز ہونے کے تعین کرنے پر تھا۔ اور اب موجودہ دور میں زیادہ اہمیت متبادل طریق کار کی وضاحت اور اس کے عملی مسائل کو دی جاتی ہے۔ یہاں بیمہ کے موضوع پر کی جانے والی تحقیق اور اجتماعی آراء کو بالترتیب بیان کیا جائے گا۔

1-1955ء میں مصر میں منعقدہ سیمینار:

1955ء میں مصر میں ایک سیمینار انشورنس کے موضوع پر غور کرنے کے لیے منعقد کیا گیا۔ جس میں معروف اہل علم حضرات نے شرکت کی۔ بعض کے مطابق انشورنس کا کاروبار جائز تھا جبکہ دیگر اہل علم اس کے عدم جواز کے قائل تھے۔ اس طرح یہ سیمینار کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہوگیا۔[1]

2-دمشق میں منعقدہ "ہفتہ اسلامی فقہ" یکم تا ٦ اپریل 1961ء

اس سیمینار میں انشورنس کے موضوع پر چار مقالے پیش کیے گئے۔ استاذ مصطفیٰ زرقا اور استاذ عبدالرحمٰن عیسٰی نے انشورنس کو اسلامی لحاظ سے جائز قرار دیا جبکہ استاذ عبداللہ العقیلی اور استاذ صدیق محمد الامین الضریر اس کاروبار کے خلاف شرع ہونے کے قائل تھے۔ شیخ ابوزہرہ نے بھی دوسری رائے سے اتفاق کیا[2]

3-مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ:

1964ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ[3] کی جانب سے ایک سوالنامہ برصغیر کے معروف علماء کو بھیجا گیا۔ اِس سوالنامے میں بیمہ کے کاروبار اور اس کی اقسام کا مختصر اًتعارف کرایا گیا تھا۔ بیمہ کے مصالح اور مفاسد مختصر بیان کیے گئے پھر کاروبار بیمہ کے حوالے سے بارہ (١٢) سوالات پوچھے گئے تھے۔ علماء کی ایک بڑی تعداد نے اِس سوالنامے پر اپنی آراء کا اظہار کیا۔ پاکستان سے مفتی محمد شفیعؒ اور مفتی ولی حسنؒ نے تفصیلاً اِس سوالنامے میں شامل سوالات پر اظہار خیال کیا۔ اور یہ بتایا کہ انشورنس کے کاروبار کی موجودہ صورت میں ربا، غرر اور اکل الاموال بالباطل وغیرہ جیسے مفاسد شامل ہیں جس کے باعث یہ شرعاً ناجائز ہے۔ یہ جوابات پہلے کراچی میں قائم شدہ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ میں پیش کیے گئے اور وہاں سے منظور ہونے کے بعد مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کو ارسال کیے

---

1 محمد تقی امینی، "اسلام اور جدید دور کے مسائل" قدیمی کتب خانہ، کراچی، 1988، ص 188

2 مجاہد الاسلام قاسمی، مجلّہ فقہ اسلامی، اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا، ۱۹۹۱، ص 533

3 مجلس تحقیقات شرعیہ کا قیام سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریک پر ندوۃ العلماء کے زیر اہتمام 1963ء میں ہوا۔ مجلس نے ہندوستان کے تناظر میں کئی مسائل پر نشستیں منعقد کیں اور اہم فیصلے کیے۔

گئے۔ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۶ دسمبر 1965ء میں تمام موصولہ جوابات کا جائزہ لیا اور غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ :

"مجلس یہ رائے رکھتی ہے کہ اگرچہ انشورنس کی سب شکلوں کے لیے ربا و قمار لازم ہے اور ایک کلمہ گو کے لیے ہر حال میں اصول پر قائم رہنے کی کوشش کرنا ہی واجب ہے لیکن جان ومال کے تحفظ و بقا کا جو مقام شریعت اسلامیہ میں ہے، مجلس اسے بھی وزن دیتی ہے، نیز مجلس اس صورت حال سے بھی صرف نظر نہیں کرسکتی کہ موجودہ دور میں نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی ریاستوں سے انشورنس انسانی زندگی میں اس طرح دخیل ہوگیا ہے کہ اس کے بغیر اجتماعی اور کاروباری زندگی میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں اور جان و مال کے تحفظ کے لیے بھی بعض حالات میں اس سے مفر ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے ضرورت شدیدہ کے پیش نظر اگر کوئی شخص اپنی زندگی یا اپنے مال یا اپنی جائداد کا بیمہ کرائے تو مذکورہ بالا ائمہ کرام (جن سے امام ابو حنیفہ وغیرہ دارالحرب کی نسبت سے مراد ہیں) کے قول کے بناء پر شرعاً اس کی گنجائش ہے"[1]

اس سوالنامے کے جو جوابات مفتی محمد شفیعؒ اور مفتی ولی حسنؒ کی طرف سے دیے گئے وہ دارالاشاعت کراچی نے کتابچہ کی صورت میں شائع کیے۔ دونوں ہی حضرات نے تجارتی انشورنس کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس کے مفاسد کو نمایاں کیا۔ لیکن زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سوالنامہ میں پوچھے گئے متبادل نظام کے بارے میں سوال کے جواب میں دونوں مفکرین نے بالخصوص مفتی محمد شفیعؒ صاحب نے جو متبادل طریقہ بیان کیا وہ موجودہ دور میں اسلامی انشورنس کمپنیوں کے عملی طریق کار کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ صاحب متبادل طریق کار میں تجویز فرماتے ہیں کہ :

1. بیمہ پالیسی کی حاصل شدہ رقوم کو مضاربت کے شرعی اصول کے مطابق تجارت پر لگایا جائے۔
2. بیمہ پالیسی خریدنے والے اپنی رضامندی سے اس معاہدے کے پابند ہوں گے کہ اِس کاروبار کے منافع کا ایک معتدبہ حصہ (نصف یا چوتھائی) ایک ریزرو فنڈ کی صورت میں رکھ کر وقف کریں گے۔ جو حوادث میں مبتلا ہونے والے افراد کی امداد پر خرچ کیا جائے گا۔
3. بصورت حوادث یہ امداد صرف ان حضرات کے ساتھ مخصوص ہوگی جو اس معاہدہ کے پابند اور اس کمپنی کے حصہ دار ہیں۔
4. اصل رقم مع تجارتی نفع کے ہر فرد کو پوری پوری ملے گی۔ اور وہ ہی اس کی ملک اور حقیقت سمجھی جائیگی۔ امداد باہمی کا ریزرو فنڈ وقف ہوگا جس کا فائدہ وقوع حادثہ کی صورت میں اس وقف کرنے والے کو بھی پہنچے گا۔
5. حوادث پر امداد کے لیے مناسب قوانین بنائے جائیں۔ جو صورتیں عام طور پر حوادث کہی اور سمجھی جاتی ہیں ان میں پسماندگان کی امداد کے لیے معتدبہ رقم مقرر کی جائے۔ اسی طرح کسی کے اچانک اوسط عمر سے پہلے فوت ہو جانے کی صورت میں بھی پسماندگان کو کچھ امداد دی جائے۔
6. قسطوں کی ادائیگی رک جانے کے صورت میں اداشدہ رقم کو ضبط کرنا ظلم ہے۔ ہاں کمپنی کو غیر محتاط لوگوں کے ضرر سے بچانے کیلئے دیگر شرائط رکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ایک کم از کم مدت سے پہلے رقم واپس نہ کرنا، منافع کی شرح کم کردینا وغیرہ وغیرہ۔[2]

[1] مجاہد الاسلام قاسمی، مجلّہ فقہ اسلامی، اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا، ۱۹۹۱، ص 533
[2] مولانا مفتی محمد شفیع، "بیمہ زندگی" دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، 1971، ص 24 تا 27

اس مجوزہ متبادل نظام میں مضاربت اور وقف کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ جو کہ اسلامی انشورنس کے لیے درست بنیاد فراہم کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے انشورنس کا کاروبار ربا، غرر اور اکل الاموال بالباطل جیسے مفاسد سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک اجمالی خاکہ ہے تاہم اگر کوئی ادارہ اس کام کو عملی طور پر کرنے پر تیار ہو جائے تو اس کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ اس تجویز میں ایک کمی یہ محسوس ہوتی ہے کہ ایک ہی انشورنس اسکیم میں تمام حادثات، یعنی زندگی اور اموال دونوں سے متعلق معاملات کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عملی طور پر یہ کام دشوار ہے کیونکہ پھر نقصانات کے دعووں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ کوئی کمپنی ان کو پورا نہیں کر سکے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک انشورنس پالیسی کسی ایک مخصوص نقصان کو پورا کرنے کے لیے ہو۔ مفتی ولی حسنؒ نے متبادل نظام کے طور پر تجویز کیا ہے کہ قدیم اسلامی اداروں بالخصوص معاقل اور وصایہ کا دوبارہ احیاء کیا جائے۔ مختلف پیشوں اور حرفوں کے لوگ ایک عاقلہ قرار دیے جائیں۔ "کسی شخص کی اچانک اور بے وقت موت کی صورت میں اگر تو کوئی قریبی عزیز وصی مقرر کیا جاچکا تھا تو وہ پسماندگان کی خبر گیری کا ذمہ دار ہوگا ورنہ ریاست کسی وصی کا تقرر کرے گی۔[1]

مندرہ بالا تجویز بالخصوص عاقلہ کے ادارے کے احیاء کا تصور انشورنس کے کاروبار بالخصوص ذمہ داریوں کے بیمہ کا ایک مناسب بدل ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ تصور ان صورتوں میں ہی استعمال ہو سکتا ہے جن میں ایک قابل لحاظ تعداد ایک ہی نوعیت کے پیشے سے وابستہ ہو اور وہ سب ایسے کسی انتظام کی ضرورت محسوس کریں۔ تعداد کم ہونے کی صورت میں فی کس لاگت زیادہ پڑ جائے گی۔ اور یہ تجویز قابل عمل نہیں رہے گی۔

ملائشیا میں منعقدہ اسلامی اقتصادیات کی کانفرنس

ملائشیا میں اسلامی اقتصادیات کی کانفرنس ۱۹۶۹ء میں منعقد کی گئی اور کانفرنس کے شرکاء نے انشورنس کے حوالے سے اپنی آراء کا اظہار کیا۔ ایک کمیٹی تشکیل دی گی جس کے مطابق محض تعاون باہمی کی بنیاد پر کیا جانے والا انشورنس کو شرعاً جائز قرار دیا گیا۔

جامعہ ازہر کے ادارے مجمع البحوث الاِسلامیہ کی قرارداد:

جامعہ ازہر کے ادارے مجمع البحوث الاِسلامیہ[2] نے اپنی دوسری کانفرنس میں جو ۱۹۶۵ء میں قاہرہ میں منعقد ہوئی انشورنس کے موضوع پر بحث کی اور درج ذیل قرارداد پیش کی۔

1- تعاون باہمی پر مبنی انشورنس کا کاروبار کرنے والے ادارے جن میں تمام پالیسی ہولڈرز، مدد کے محتاج ممبران کی اعانت میں شریک ہوتے ہوں، ایک جائز کام ہے اور یہ نیکی کے کام میں تعاون کے مترادف ہے۔

2- حکومت کی طرف سے جاری کردہ پنشن کا نظام، بعض ممالک میں جاری سوشل سیکورٹی کا نظام اور بعض دوسرے ملکوں میں جاری سوشل انشورنس کا

[1] مولانا مفتی محمد شفیع، "بیمہ زندگی"، ص 24 تا 53

[2] مجمع البحوث الاسلامیہ 1961ء میں جامعۃ الازہر کے تحت قائم کیا گیا جس کے بنیادی مقاصد اسلام کے بارے میں بحث و تحقیق کرنا، اسلامی ثقافت کی تجدید اور اسے ہر قسم کے سیاسی اور مذہبی تعصّبات سے پاک کر کے اصل رنگ میں پیش کرنا۔

نظام جائز کام ہیں۔

3- لیکن انشورنس کے کاروبار کی وہ صورتیں جن میں تجارتی کمپنیاں کام کرتی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ طے پایا کہ اِس موضوع پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لیے علوم شرعیہ اور علوم اقتصاد کے ماہرین کی کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس تحقیقی کام کو سرانجام دے۔[1]

اسلامی اقتصادیات کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس:

اسلامی اقتصادیات کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس 21 تا 26 فروری 1976ء مکہ مکرمۃ میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں دیگر موضوعات کے علاوہ انشورنس کا موضوع بھی زیر غور لایا گیا۔ کانفرنس میں اِس موضوع پر تین مقالے پیش کیے گئے۔ پہلا مقالہ پروفیسر مصطفیٰ احمد زرقا کا تھا جس کا عنوان نظام التأمین موقعہ فی المیدان الاقتصادی و موقف الشریعۃ منہ (انشورنس: اس کا معاشی نظام میں کردار اور اسکے بارے میں شریعت کا موقف) تھا۔ اِس مقالے میں جناب مصطفیٰ احمد زرقا کی جانب سے انشورنس کا تعارف پیش کیا گیا اور اسے جائز قرار دیا اور اس کو باہمی تعاون و تضامن کی پسندیدہ شکل بتایا۔ دوسرا مقالہ ڈاکٹر حسین حامد حسان کا تھا جنہوں نے غرر کی تعریف بیان کرتے ہوئے انشورنس کے معاہدے کو غرر کثیر پر مبنی معاملہ قرار دیا جو کہ عقود معاوضات میں ہونے کی وجہ سے انشورنس کے معاہدے میں قابل قبول نہیں ہے۔ تیسرا مقالہ ڈاکٹر جلال مصطفیٰ الصیاد کا تھا۔ یہ شماریات کے استاد تھے اور انہوں نے احتمال کی تعریف، قانون اعداد کبیر اور اس جیسی تعریفات کو استعمال کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا چاہا کہ انشورنس میں غرر یا قمار کا عنصر موجود نہیں ہوتا۔ اسلئے یہ معاہدہ جائز ہے۔ ان آراء کو سننے کے بعد ہر موضوع پر قرارداد تیار کرنے کیلئے کمیٹیاں بنائی گئیں، انشورنس کے موضوع پر کمیٹی کی قرارداد درج ذیل ہے۔ یہ کانفرنس یہ اعلامیہ جاری کرتی ہے کہ وہ تجارتی انشورنس جو کہ انشورنس کمپنیاں سرانجام دیتی ہیں شرعی لحاظ سے تعاون اور تضامن کا درست طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں وہ شرائط مفقود ہیں جو کہ اس کاروبار کے جواز کے لیے ضروری ہیں۔[2] اِس کانفرنس میں مقالات کا موضوع انشورنس کے کاروبار کا جواز یا عدم جواز تھا متبادل نظام کے بارے میں کوئی تجویز نہیں پیش کی گئی۔ شرکاء کانفرنس کی اکثریت اسی کے عدم جواز پر متفق پائی گئی جیسا کہ اس کی قرارداد سے معلوم ہوتا ہے۔

سعودی علماء کی کونسل کی قرارداد:

سعودی عرب کے کبار علماء کی کونسل نے اپنے دسویں اجلاس میں جو ۴ ربیع الثانی 1397ھ (بمطابق 1977ء) کو ریاض میں منعقد ہوا، انشورنس کے مسئلہ پر غور کیا۔ تفصیلی گفتگو اور اس موضوع پر دستیاب مواد کو دیکھنے کے بعد علماء کی کونسل اس نتیجہ پر پہنچی کہ تجارتی بیمہ اپنی موجودہ شکل میں حرام ہے۔ کونسل نے یہ رائے بھی دی کہ تعاونی بیمہ جائز ہے اور وہ تجارتی بیمہ کا بدل بن سکتا ہے۔ اس قرارداد میں علماء کی کونسل بھی دلائل کی بنیاد پر تجارتی بیمہ کے بارے میں اسی رائے پر پہنچی جو اس سے پہلے دیگر اجتماعی ادارے ظاہر کر چکے تھے۔ یعنی تجارتی بیمہ کا شرعاً ناجائز ہونا اور تعاونی بیمہ کو موجودہ بیمہ کے اسلامی متبادل کے طور پر پیش کرنا۔

رابطہ عالم اسلامی کی مجلس المجمع الفقہی الاسلامی کے قرارداد:

مجلس المجمع الفقہی الاسلامی رابطہ عالم اسلامی کا ذیلی ادارہ ہے جو مختلف جدید مسائل پر مسلمانوں کی رہنمائی کی گرانقدر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مجمع الفقہی الاسلامی نے

[1] الاقتصاد الاسلامی، بحوث مختارہ من المؤتمر العالمی الاول للاقتصاد الاسلامی، المرکز العالمی لِاقتصاد لاسلامی، جامعۃ الملک عبدالعزیز، جدہ، 1980، ص 553 تا 554

[2] محمد تقی امینی، حوالہ مذکورہ بالا، ص 188

اپنے 10 شعبان 1398ھ (بمطابق 1978ء) کو شیخ عبداللہ بن حمید کی زیر صدارت اجلاس میں انشورنس کی تمام قسموں کا جائزہ لیا اور جو کچھ علماء کرام نے اس موضوع پر تحریر کیا ہے اس کو بھی زیر غور لایا گیا۔ بحث و مباحثہ کے بعد مجلس الفقہی الاسلامی نے شیخ مصطفیٰ زرقا کے استثناء کے ساتھ متفقہ طور پر سعودی عرب کے کبار علماء کی کونسل[1] کی قرارداد نمبر 55 کی تائید کی اور تجارتی بیمہ کی تمام اقسام کو حرام قرار دیا۔ اور کبار علماء کی کونسل نے جس تعاونی بیمہ کو جائز قرار دیا تھا اس کی عملی شکل متعین کرنے کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے ممبران الشیخ عبدالعزیز بن باز، الشیخ محمد محمود الصواف اور شیخ محمد بن عبداللہ السبیل نامزد ہوئے اس کمیٹی نے ۱۴ شعبان کو اپنی رپورٹ پیش کی جس میں تجارتی بیمہ کے عدم جواز اور تعاونی بیمہ کے جائز ہونے کا فیصلہ دیا گیا۔

تجارتی بیمہ کے حرام ہونے کے اہم دلائل درج ذیل ہیں:

1. تجارتی بیمہ عقود معاوضات میں سے ہے۔ اور یہ امکان اور غرر فاحش پر مشتمل ہے۔ کیونکہ بیمہ دار کو بیمہ کراتے وقت یہ یقین سے نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا دے گا اور اسے کتنا ملے گا۔ اور ایسا ہی بیمہ کمپنی کا معاملہ ہے کہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کتنا ملے گا اور کتنا دینا پڑے گا۔ صحیح حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے بیع غرر سے منع کیا ہے۔
2. تجارتی بیمہ قمار کی ایک قسم ہے کیونکہ یہ مالی معاوضات میں شرط لگانے کے مترادف ہے۔ بلا جرم تاوان ادا کرنا ہے یا بغیر کسی مقابل کے منافع حاصل کرنا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قمار کو حرام قرار دیا ہے۔
3. تجارتی بیمہ میں ربا کی دونوں اقسام پائی جاتی ہیں جب انشورنس کمپنی بیمہ دار کو یا اس کے نامزد کردہ فرد کو جمع شدہ رقم سے زیادہ ادا کرتی ہے تو یہ ربا الفضل ہے اور کیونکہ ادائیگی اور وصولی کے درمیان مدت کا فرق ہوتا ہے اسلیئے یہ ربا النسیۂ ہے۔ دونوں صورتیں نص سے اور اجماع سے حرام ہیں۔
4. تجارتی بیمہ حرام کام میں شرط لگانے کی طرح ہے۔ اسلام میں صرف اس طرح کی شرط لگانے کی اجازت ہے جس سے اسلام کی مدد یا اس کے شعائر کا ظہور دلائل یا تلوار کے ذریعہ سے ہو۔
5. تجارتی بیمہ میں غیر کے مال کو بلا مقابل لینا لازم آتا ہے جو کہ تجارتی معاہدوں میں حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (تو وہ جائز ہے)۔
6. معاہدہ بیمہ میں کمپنی اپنے ذمہ ایسی ذمہ داری لیتی ہے جو شرعاً اس کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ بیمہ دار کو اگر کوئی نقصان واقع ہوتا ہے تو وہ کمپنی کے کسی عمل کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ پھر بھی معاہدہ کے تحت کمپنی یہ ذمہ لیتی ہے کہ وہ نقصان کو پورا کرے گی اور اس کے عوض ایک رقم (پریمیئم) بیمہ دار سے وصول کی جاتی ہے۔ کیونکہ کمپنی نے بیمہ دار کے لیے کوئی خدمت سرانجام نہیں دی ہوتی اور نہ ہی نقصان میں کمپنی کا کوئی دخل ہوتا ہے جس کا جرمانہ وہ ادا کرے اسلیے یہ اکل المال بالباطل کے زمرے میں آئے گا جو کہ حرام ہے۔

اسی طرح سے کونسل نے بیمہ کے جواز کے دلائل کا مکمل احاطہ کرتے ہوئے اُن کا مختصر تجزیہ بھی پیش کیا۔ قرارداد میں یہ کہا گیا ہے کہ بیمہ کو عقد موالاۃ،

---

[1] ہیئۃ کبار العلماء سعودی عرب میں ایک مقتدر علماء کا ایک اعلیٰ ترین ادارہ ہے جس میں حکومت کی جانب سے مقرر کردہ علماء حکومت اور دیگر اداروں کے استفسارات اور سوالات کے جواب دیتے ہیں۔

معاقل، چوکیداری کے معاہدے وغیرہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ مجلس الفقہی الاسلامی نے یہ تجویز کیا کہ تعاونی بیمہ تعاونی انشورنس کمپنی کے ذریعہ عمل میں آنا چاہیے اور اس ضمن میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

- **اول:** اسلامی اقتصادی نظام کی روح کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جس میں مختلف اقتصادی سرگرمیاں سرانجام دینے میں افراد کردار ادا کریں اور حکومت صرف اس بات کی نگرانی کرے کہ یہ منصوبے کامیابی کے ساتھ چل رہے ہوں۔
- **دوم:** تعاونی بیمہ کے اصولوں کو مدنظر رکھا جائے جس میں بیمہ دار ہی تمام ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہیں۔
- **سوم:** ملک کے باشندوں کو رغبت دلائی جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس تعاونی بیمہ کی اسکیموں میں شرکت کریں۔ اگر زیادہ لوگ اسمیں شرکت کریں گے تو ایک تو وہ خطرات سے بچنے کی کوشش کریں گے اسطرح حادثات کم ہوں گے اور واقع ہونے والے نقصانات کافی کس اوسط کم ہو جائے گا اور اگر وہ غیر محتاط ہوں گے تو اوسط بڑھ جائے گا اور ہر ایک کو زیادہ لاگت برداشت کرنی پڑے گی۔
- **چہارم:** اس طرح کے انشورنس کے ادارے کی صورت یہ نہیں ہوتی کہ جیسے نقصان واقع ہونے پر مستفید ہونے والوں کیلئے دی جانے والی رقم حکومت کی طرف سے تحفہ یا عطیہ ہو بلکہ یہ رقم ان ہی لوگوں سے جمع شدہ ہوتی ہے۔ اسطرح بیمہ کمپنی کے حصہ دار حکومت کے کردار کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داری کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ جو گروپ کے دوسرے ممبران کیلئے امداد کرنے کے سلسلے میں عائد ہوتی ہیں۔

مجوزہ تعاونی بیمہ کے ادارے کی نوعیت اور طریق کار کے بارے میں مجمع الفقہی الاسلامی نے مندرجہ ذیل رائے ظاہر کی:

1- اس ادارے کو ایک مرکزی دفتر ہونا چاہیے جس کی شاخیں ملک کے تمام شہروں میں قائم ہوں اس ادارے کے مختلف شعبے ہونے چاہیں جو کہ مختلف طرح کے خطرات کے لیے اور مختلف نوعیت کے پیشوں کے لیے الگ الگ خدمات پیش کریں۔ مثلاً صحت سے متعلق الگ شعبہ ہو اور بڑھاپے یا معذوری کی صورت میں مدد کیلئے الگ شعبہ۔ اسی طرح سے گھوم پھر کر بیچنے والوں کیلئے ایک شعبہ ہو اور تاجروں کیلئے دوسرا، طلبہ کیلئے تیسرا اور آزاد پیشہ افراد مثلاً انجینئر، ڈاکٹر اور وکلاء کیلئے چوتھا شعبہ۔

2- اس ادارے کو لوگوں سے معاملہ کرنے میں بہت بلند اخلاق اور حسن سلوک والا ہونا چاہیے۔ اور عموعی دفتری طور طریقوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

3- اس ادارے کیلئے ایک سپریم کونسل ہونی چاہیے جو اسکے لیے طریق کار، پالیسیاں اور حکمت عملی طے کرے جو اگر شریعت کے مطابق ہوں تو انہیں عملاً نافذ کیا جائے۔

4- اس ادارے کے شرکاء میں سے ایک فرد جسے حکومت منتخب کرے وہ حکومت کی نمائندگی کرے اور جسے شرکاء منتخب کریں وہ ان کی نمائندگی کریں گے۔ یہ اسلئے ضروری ہے کہ کاروبار درست طریقے پر چلے اور کسی قسم کی ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

مجلس الفقہی الاسلامی سعودی عرب کے کبار علماء کی کونسل کے اس فیصلے سے اتفاق کرتی ہے کہ اس تعاونی بیمہ کے ادارے کے تفصیلی قواعد و ضوابط اسی میدان

کے ماہرین کی ایک جماعت مل کر تیار کرے۔[1] ڈاکٹر مصطفیٰ زرقا نے مجلس کے دیگر ارکان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور اپنا اختلافی نوٹ تحریر کیا۔ یہ ایک مفصل قرارداد ہے جس میں بیمہ کے ناجائز ہونے پر بھی دلائل دیے گئے ہیں بیمہ کے جواز کے حامی افراد کے دلائل کا تجزیہ اور ابطال بھی کیا گیا ہے۔ اور متبادل نظام (تعاونی بیمہ) کے تصور اور طریق کار کی وضاحت بھی اجمالی طور پر کی گئی ہے۔ اس قرارداد میں بھی حکومتی سرپرستی میں تعاونی بیمہ کو موجودہ نظام بیمہ کا بدل قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ عملی تفصیلات کا کام ماہرین کی جماعت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) کی فقہ اکیڈمی کی قرارداد:

اسلامی فقہ اکیڈمی اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) کا ادارہ ہے جو اجتماعی معاملات میں رہنمائی کا کام سرانجام دیتا ہے۔ اسلامی فقہ اکیڈمی نے اپنے جدہ میں منعقدہ اجلاس مورخہ 22 تا 28 دسمبر 1985ء میں انشورنس کے موضوع پر درج ذیل قرارداد منظور کی۔

1- تجارتی بیمہ جس میں ایک متعین رقم (پریمئیم) بیمہ کمپنی وصول کرتی ہے، ایک غرر پر مبنی معاہدہ ہے جس کے باعث معاہدہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس لیے تجارتی بیمہ شرعی نقطہ نظر سے غیر قانونی ہے۔
2- تجارتی بیمہ کا متبادل ایک ایسا معاہدہ ہو سکتا ہے جس میں تبرع، تضامن اور تکافل کی بنیاد پر معاملہ کیا گیا ہو۔ اس لیے اسلامی فقہ اکیڈمی کی رائے میں تعاونی بیمہ موجودہ بیمہ کا اسلامی متبادل ہے۔ اسی طرح سے مکرر بیمہ (ری انشورنس) کو بھی تعاونی بنیادوں پر استوار ہونا چاہیے۔
3- اسلامی ممالک کو اس سلسلے میں آگے آنا چاہیے اور تعاونی بیمہ اور مکرر بیمہ کے ادارے قائم کرنے چاہئیں تاکہ ان ممالک کی معیشتیں تمام غیر اسلامی عناصر اور استحصال سے پاک ہو سکیں اور وہ نظام قائم ہو سکے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے پسند کیا ہے۔[2]

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی رائے:

اسلامی نظریاتی کونسل[3] کا ادارہ مختلف امور پر اسلامی نقطہ نظر کو واضح کرنے اور حکومت کی رہنمائی کرنے کے لیے تشکیل دیا گیا تھا۔ اپنی تشکیل کے وقت سے ہی اس ادارے نے پاکستان میں بہت مفید خدمات سرانجام دی ہیں اور مختلف موضوعات پر اسلامی تعلیمات اور مقاصد کی وضاحت کا نہایت وقیع کام سرانجام دیا ہے۔ جس میں بالخصوص اسلامی بینکاری پر کام سرفہرست ہے۔ کونسل نے اس حوالے سے دو رپورٹیں شائع کیں۔ پہلی بیمہ و قوانین بیمہ کے عنوان سے 1984ء میں اور دوسری رپورٹ اسلامی نظام بیمہ کے عنوان سے 1992ء میں منظر عام پر آئی۔ ان رپورٹوں کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

بیمہ اور قوانین بیمہ پر رپورٹ:

اسلامی نظریاتی کونسل نے بیمہ کی شرعی حیثیت اور پاکستان میں رائج الوقت قوانین بیمہ پر اپنے کراچی میں منعقدہ اجلاس مورخہ 17 تا 27 جولائی 1983ء زیر صدارت چیرمین کونسل جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے غور کیا اور اپنی سفارشات مرتب کیں۔ ان سفارشات کی توثیق کونسل کے اجلاس منعقدہ کراچی مورخہ

---

[1] القرار الخامس "التامین بشتی صورہ وأشکالہ" قرارات مجلس المجمع الفقہی الاسلامی لرابطۃ العالم الاسلامی، مکۃ مکرمۃ، 19 جنوری 1985ء ص 34 تا 50

[2] سید حامد حسن، (Insurance from Islamic Perspective - A case study of Sudan)، آئی پی ایس کا سیمینار منعقدہ نومبر 1996، ص 29

[3] پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام 1973ء کے آئین کی دفعہ 228 کی ذیلی شق 2 کے تحت عمل میں لایا گیا۔ کونسل کم از کم 8 اور زیادہ سے زیادہ 20 ارکان پر مشتمل ہوتی ہے۔

24تا31دسمبر1983ء میں ہوئی اور انہیں رپورٹ کی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہ کونسل کی گیارہویں رپورٹ ہے۔اس رپورٹ کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں بیمہ کی شرعی حیثیت پر بحث کی گئی اور حصہ دوم میں رائج الوقت قوانین بیمہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بیمہ کی شرعی حیثیت کا تعین کرنے سے پہلے بیمہ کی تمام اقسام اور ان کے طریق کار کا تعارف کرایا گیا ہے اور اس میں پائے جانے والے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ تجارتی بیمہ کے بارے میں تمام امور کا جائزہ لینے کے بعد کونسل اس نتیجہ پر پہنچی کہ "معاہدہ بیمہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بناپر باطل، فاسد، ناجائز اور ممنوع ہے۔

1- اس میں غرر فاحش پایا جاتا ہے۔

2- اس میں قمار کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔

3- اس میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے۔

4- بیمہ اکل حرام کا ذریعہ ہے۔[1]

اس رائے کے دینے کے بعد رپورٹ میں مختلف فقہاء کی بیان کردہ غرر کی تعریفیں دی گئی ہیں اور معاہدہ بیمہ میں پائے جانے والے غرر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اسی طرح قمار، سود اور اکل المال بالباطل کے عناصر کی موجودگی بھی معاہدہ بیمہ میں ثابت کی گئی ہے۔ موجودہ نظام بیمہ کے متبادل کے طور پر باہمی تعاون و تکافل پر مبنی نظام تجویز کرتے ہوئے کہا گیا کہ "بیمہ کا عمل اگر تعاون، تکافل، تضامن اور تبرع کے جذبات اور بنیاد پر ہو تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی بیمہ کا ادارہ اس طرح ہو کہ اس کا ہر رکن مستامن ہی ہو اور یہ تمام مستامنین مل کر باہمی تعاون کا معاہدہ کریں تو اسی صورت میں یہ معاہدہ بوجوہات ذیل شرعاً جائز ہوگا۔

1- سب مستامنین کی طرف سے ادا کی گئیں اقساط باہمی تعاون و تکافل کی نیت سے ہوں گی۔

2- جب وقوع خطر پر کسی ایک مستامن کو کوئی رقم دی جائے گی تو اسے سب مستامنین کی طرف سے تبرع تصور کیا جائے گا جس میں غرر اور تعلیق جائز ہے۔

3- چونکہ یہ شکل حصول منافع کیلئے نہیں ہوگی اس لیے اس میں قمار اور سود کا عنصر شامل نہیں ہوگا۔

4- اس میں جمع شدہ روپیہ سود کے بجائے مضاربت پر دیا جائے گا۔

5- جمع شدہ رقم میں سے مستامنین میں سے کسی کو بھی ضرورت کے وقت قرض حسن دیا جاسکتا ہے۔[2]

متبادل اسلامی نظام کی عملی تفصیلات طے کرنے کیلئے کونسل نے سفارش کی کہ :

"رائج الوقت نظام بیمہ کا اسلامی زاویہ نظر سے اسلامی متبادل یعنی نظام اجتماعی تکافل و تعاون مرتب کرنے کے لیے ایک ورکنگ گروپ

---

[1] بیمہ و قوانین بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، 1948، ص6

[2] حوالہ سابق، ص12

قائم کیا جائے۔ جس میں کونسل کے علماء کرام اور ملک کے ماہرین بیمہ شامل ہوں جو کونسل کی رپورٹ کے مطابق نظام بیمہ میں غیر اسلامی امور کو خارج کر کے متبادل اسلامی نظام بیمہ پیش کریں"[1]

کونسل نے حسب ذیل افراد کو اس ورکنگ گروپ میں شامل کرنے کی منظوری دی۔ (۱) ڈاکٹر ضیاء الدین احمد (۲) ڈاکٹر شرافت علی ہاشمی (۳) مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل (۴) عبدالمالک عرفانی (۵) مولانا عبیداللہ (۶) مولانا عبدالغفار حسن (۷) علامہ محمود احمد رضوی (۸) مولانا منتخب الحق قادری (۹) علامہ طالب جوہری (۱۰) مولانا محمد طاسین۔

رپورٹ کے دوسرے حصے میں کونسل نے ملک میں رائج الوقت قوانین بیمہ کا جائزہ لیتے ہوئے ایسی دفعات جن میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے مناسب ترمیم کرنے کی سفارش کی تاکہ سود کا عنصر خارج ہو جائے اس ضمن میں کونسل نے انشورنس ایکٹ 1938ء کی دفعات 27(2)، 29(8)، 47(بی)، 49اور 107 کی نشاندہی کرتے ہوئے مناسب ترمیم کرنے لئے کہا۔ اس کے علاوہ کونسل نے حکومتی شعبہ میں سرانجام پانے والے مختلف نوعیت کی بیمہ پالیسیوں کا جائزہ لیا اور ان کے جائز یا ناجائز ہونے کا تعین کیا۔ کونسل کے رائے کے مطابق جنگی زخموں (بیمہ معاوضہ حیات) کا ایکٹ 1943ء، سوشل انشورنس برائے ملازمین آرڈیننس 1962ء، جنگی خطرات کا بیمہ آرڈیننس 1971ء اور بڑھاپے میں امداد برائے ملازمین ایکٹ 1976ء شرعاً جائز ہیں۔ کیونکہ ان تمام صورتوں میں حکومت افراد سے کچھ رقم لیتی ہے اور نقصان کے واقع ہونے پر ان کی امداد کرتی ہے۔ کیونکہ یہ سارا عمل منافع خوری کی بنیاد پر نہیں ہوتا اسلیے اس نوعیت کا بیمہ کونسل کی رائے کے مطابق درست سمجھا جائے گا۔ جبکہ کونسل نے پاکستان انشورنس کارپوریشن ایکٹ 1952ء بہبود فنڈ برائے وفاقی ملازمین و گروپ انشورنس ایکٹ 1969ء بیمہ زندگی کو قومیانے کا حکم 1927ء اور انشورنس کارپوریشن ایکٹ 1976ء کو شرعاً ناجائز قرار دیا کیونکہ ان میں کاروبار بیمہ کی تجارتی شکل برقرار رہتی ہے جس کی وجہ سے ان کے عملی طریق کار میں تبدیلی لازمی ہے جو اس کو منافع پر مبنی کاروبار کے بجائے تعاون پر مبنی اسکیم بنادے۔

رپورٹ اسلامی نظام بیمہ:

جیسا کہ کونسل کی مذکورہ بالا رپورٹ کے حوالے سے تحریر کیا گیا کہ کونسل کے علماء ارکان اور ماہرین بیمہ پر مشتمل ایک ورکنگ گروپ 1986ء میں تشکیل دیا گیا تھا۔ اس گروپ نے 27 مئی 1986ء تا 25 مئی 1989ء آٹھ اجلاس منعقد کیے۔ 26 مئی 1989ء کو اس کونسل کی تین سالہ مدت ختم ہو گئی۔ 25 فروری 1990ء کو نئی کونسل وجود میں آئی جس نے 19 تا 21 مارچ 1990ء کے اجلاس میں یہ طے کیا کہ کیونکہ سابقہ ورکنگ گروپ کا کام نامکمل ہونے کی وجہ سے نیا ورکنگ گروپ تشکیل دیا جائے جو اسلامی نظام بیمہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر ایک قابل عمل رپورٹ مرتب کرے۔ اس فیصلے کے مطابق مندرجہ ذیل ارکان اس ورکنگ گروپ کے ممبران نامزد کیے گئے:

i. جسٹس عبدالرحمٰن کیف (کنوینر)
ii. ڈاکٹر محمود احمد غازی
iii. مولانا ارشاد الحق تھانوی

---

[1] بیمہ و قوانین بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، 1948، ص 13

iv. مولانا عطا محمد بندیالوی

v. علامہ عباس حیدر عابدی

vi. سید ذاکر حسین شاہ

ان کے علاوہ گروپ میں انشورنس کے سرکاری شعبہ میں کام کرنے والے تمام اداروں کی طرف سے نمائندے نامزد کیے گئے۔ جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے ایک نیا مسودہ گروپ کے اجلاس میں پیش کیا۔ جسے ورکنگ گروپ نے منظور کرتے ہوئے تجویز کیا کہ یہ مسودہ خاکہ کونسل کے آئندہ اجلاس میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ گروپ کا منظور کردہ خاکہ کونسل کے پانچویں اجلاس منعقدہ ۲۷ نومبر ۱۹۹۰ء میں پیش کیا گیا۔ اس خاکے کو کونسل نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔ اس متبادل نظام بیمہ سے متعلق تفصیلی رپورٹ تیار کرنے کیلئے ایک ڈرافٹ کمیٹی تشکیل دی گئی جو کہ درج ذیل ارکان پر مشتمل تھی:

1. ڈاکٹر محمود احمد غازی

2. ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی

3. جناب ایس ایم اے اشرف

اسی کمیٹی کی تیار کردہ مفصل رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲۹ اپریل ۱۹۹۲ میں پیش ہوئی اور کونسل نے اس منظور بھی کیا۔ یہ ایک نہایت جامع رپورٹ ہے۔ جس میں اس حوالے سے تمام علمی کام کو یکجا کیا گیا ہے اور ساتھ ہی وقف کی بنیاد پر ایک متبادل اسلامی نظام بیمہ کا عملی طریقہ کار نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ دیگر ممکنہ اسلامی اداروں مثلاً وصایا، دارلکفالت، وقف علی الاقارب اور معاقل کے احیاء اور ان کے ممکنہ کردار کی بات کی گئی ہے۔ اس رپورٹ میں مجلس الفقهی الاسلامی رابطہ عالم اسلامی کے فتویٰ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں کہ تجارتی بیمہ کو ناجائز اور تعاونی بیمہ کو اس کا متبادل بیان کیا گیا ہے۔ کونسل کی رپورٹ میں میوچل انشورنس کمپنیوں کو جزوی طور پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس علاوہ پوسٹل لائف انشورنس کو دو وجوہات اسے اسلامی فکر کے قریب سمجھا گیا ہے۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کام حکومت کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کاروبار بیمہ کو حکومت چلائے تو بیمہ میں موجود بعض غیر اسلامی عناصر برداشت کیے جاسکتے ہیں۔ گویا یہ عناصر اپنی نوعیت بدل لیتے ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ کام میوچل بنیادوں پر ہوتا ہے اس میں پالیسی ہولڈر ہی بیمہ کاروبار سے مستفید ہوتے ہیں۔ اور عملاً وہی مالک ہوتے ہیں۔ حکومت صرف نگرانی کرتی ہے۔ پوسٹل لائف انشورنس میں کافی حد تک یکسانیت کا پہلو بھی موجود ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اہل علم نے اسے موجودہ حالات میں جائز قرار دیا جبکہ کاروبار کی تجارتی نوعیت ہونے کی وجہ سے حکومت کے کنٹرول میں ہونے کے باوجود کونسل نے اسٹیٹ لائف انشورنس کے کاروبار جائز قرار نہیں دیا۔ بیمہ دار کے طبّی معائنہ کے حوالے سے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ معائنہ بیمہ دار کے زندہ رہنے کے امکانات کا جائزہ لینے کے لیے کیا جاتا ہے بیمہ دار اگر زیادہ بوڑھا یا مریض ہو تو اس سے زیادہ پریمئیم لیا جاتا ہے۔ اور اگر بیمہ دار جوان ہو اور صحت مند بھی ہو تو اس سے کم پریمئیم لیا جاتا ہے۔ کونسل اس طریق کار سے اختلاف کرتے ہوئے تجویز کرتی ہے کہ کوئی فرد جتنا ضعیف، بیمار اور امداد کا مستحق دکھائی، اسی حساب سے اس کو زیادہ رقم دی جائے اور کم پریمئیم وصول کیا

جائے۔[1] رپورٹ کے تیسرے باب میں موجودہ بیمہ کے اغراض و مقاصد کو بیان کیا گیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

1. ناگہانی حادثے کی صورت میں مالی نقصان سے حفاظت۔
2. گھر یا ادارے کے کسی فرد کی اچانک موت کے نتیجہ میں پسماندگان کی ضروریات کا انتظام۔
3. سربراہ خانہ کی موت کی صورت میں پسماندگان کا باثر ورثا کے ظلم سے بچاؤ۔
4. اچانک پیش آمدہ کسی مالی ذمہ داری یا تاوان کی ادائیگی کا پیشگی انتظام۔
5. آئندہ پیش آنے والی ناگزیر ضروریات مثلاً تعمیر مکان، بچوں کی تعلیم، اولاد کی شادی اور سفر حج کیلئے رقم کی فراہمی کا پہلے سے بندوبست۔
6. بین الاقوامی مارکیٹ، بازار زر، اسٹاک ایکسچینج وغیرہ میں یکایک کسی اتار چڑھاؤ کے نتیجہ غیر متوقع طور پر ہو جانے والے کاروباری نقصان کی پیش بنی اور مناسب پیشگی بندوبست۔
7. سرمایہ میں اضافہ۔
8. سرمایہ کا تحفظ۔

رپورٹ میں مذکورہ بالا تمام مقاصد کو شرعی لحاظ سے درست پایا گیا اور ان مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ایسا شرعی نظام وضع کیا جائے جو عوام کی حقیقی ضروریات بھی پوری کرتا ہو۔

بیمہ کے ادارے کا عمومی خاکہ:

اس نئے نظام کے بارے میں یہ تجویز دی گئی کہ پہلے حکومت کی جانب سے ایک ایسا فنڈ کا قیام وجود میں لایا جائے گا کہ جس کے تحت مختلف حضرات رقم ایک پول میں جمع کریں گے اور ان میں سے جس شریک کا نقصان ہوگا اس رقم سے اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ یہ تکافلی فنڈ وقف کی طرح مستقل صورت میں قائم رہے گا جبکہ اس کے شرکاء تبدیل ہوتے رہیں گے۔ ہر شریک ایک معاہدے کے تحت ایک مخصوص رقم دے کر ایک مخصوص مدت کے دوران نقصانات کے پورا کیے جانے کی ضمانت حاصل کرے گا۔ اگر اس مدت کے دوران نقصان واقع نہ ہوا تو اس شریک کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اور نئے عرصے کیلئے اسے دوبارہ مزید رقم نئے معاہدے کے تحت وقف فنڈ میں جمع کروانی پڑے گی۔ اس تکافلی فنڈ سے دیے جانے والے فوائد دو طرح کے ہوں گے:

ا۔ عمومی تکافلی فوائد

ب۔ خصوصی تکافلی فوائد

عمومی تکافلی فوائد سے متعلق معاہدات مخصوص مدت (زیادہ سے زیادہ ایک سال) تک ہوں گے۔ اور ان کے تحت عطیہ کی رقم ایک مرتبہ دی جائے گی۔ اگر دوران معاہدہ کوئی نقصان واقع ہوا تو اس کی تلافی تکافل فنڈ سے کی جائے۔ عطیہ کی ہوئی رقم تکافلی فنڈ میں مستقلاً شامل سمجھی جائے گی اور معاہدہ پورا ہونے پر واپس نہیں کی جائیگی۔ جن نقصانات کی تلافی اس فنڈ سے کی جائیگی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

[1] بیمہ و قوانین بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، 1948، ص 40

- ا۔حادثات کے نتیجے میں شریک کے جسم وجان کو واقع ہونے والے نقصانات کی تلافی متعین رقم کی صورت میں مثلاًعلاج معالجہ کیلئے ایک مخصوص رقم یا جان چلے جانے کی صورت میں وارثوں کو ایک خاصی رقم کی ادائیگیاں۔
- ب۔آگ، پانی یا دیگر آفات سماوی وارضی یا اچانک حادثات کی صورت میں واقع ہونے والے شریک کے اموال وجائیداد کے نقصانات کی تلافی وغیرہ۔

خصوصی تکافل فوائد سے متعلق معاہدات عموماً طویل المیعاد ہوں گے اور شرکاء منتظمین فنڈ سے کسی ایک متعین مدت مثلاً ۵ سال یا ۱۰ سال وغیرہ کیلئے معاہدہ کر سکیں گے۔ جس کے مطابق ہر شریک طے شدہ مدت تک ایک متعین رقم تکافلی فنڈ میں جمع کراتا رہے گا۔اس رقم کے دو اجزا ہوں گے۔

جزو الف کے تحت جمع کرائی جانے والی رقم شریک کی طرف سے مضاربہ یا مشارکہ کی بنیاد پر کاروبار میں لگا دی جائے گی اور مدت معاہدہ پوری ہونے پر اصل رقم بمع منافع اس کو لوٹا دی جائے گی۔ شریک کے دوران معاہدہ وفات پا جانے کی صورت میں یہ رقم اس کے وارثوں کو دی جائے گی۔

جزو ب کے تحت جمع کی جانے والی رقم عطیہ تصور ہو گی اور واپس نہیں کی جائیگی۔ البتہ شریک کے دوران معاہدہ وفات پا جانے کی صورت میں اس کے وارثوں کو تکافلی فنڈ سے ایک مقررہ رقم حسب قواعد دی جائے گی۔ حکومت اس ادارے کو حصول منافع کیلئے نہیں چلائے گی۔اس تکافلی فنڈ کو حکومت اپنے کسی ذیلی ادارے مثلاً نیشنل انشورنس کارپوریشن وغیرہ کے ذریعہ چلائے گی۔ تکافلی فنڈ کے انتظامی مصارف فنڈ کے منافع سے ادا کیے جائیں گے۔البتہ یہ مصارف کل نفع کے ایک طے شدہ فیصد سے زائد نہ ہوں گے۔ تکافلی فنڈ اور اس کے متعلقہ معاملات کی دینی خطوط پر کارکردگی کی نگرانی کیلئے ماہرین شریعت کا ایک بورڈ ہو گا جن کی تعداد کم از کم پانچ ہو گی۔اس شریعہ بورڈ کے فرائض حسب ذیل ہوں گے :

ا۔ تکافلی فنڈ کے استعمال اور سرمایہ کاری کے عمل کی نگرانی کرنا تاکہ یہ کام شریعت کے مطابق انجام پائے۔

۲۔ تکافلی فنڈ کی انتظامیہ کو شرعی معاملات سے متعلق رہنمائی فراہم کرنا۔

۳۔ فنڈ سے متعلق دیگر معاملات کی عمومی نگرانی اور رہنمائی۔[1]

یہ ایک نہایت مفید اور جامع رپورٹ ہے اور اس میں علماء اور ماہرین بیمہ نے مشترکہ طور پر بہت عملی تجاویز مرتب کی ہیں۔جوکہ انشورنس کے موجودہ کاروبار کا ایک متبادل تیار کرنے کیلئے بنیاد فراہم کر سکتی ہیں۔ کونسل کی رپورٹ میں دیا گیا عملی خاکہ کافی حد تک موجودہ وقت میں کام کرنے والی تکافل کمپنیوں کے طریق کار سے مماثلت رکھتا ہے۔ایک بنیادی فرق جو ملحوظ رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس مجوزہ خاکہ میں تکافل فنڈ کو حکومتی سرپرستی میں چلانے کی بات کی گئی ہے۔اگرچہ نجی اداروں کے قیام کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔[2]

اس مجوزہ خاکہ میں عمومی تکافلی فنڈ کا طریق کار موجودہ جنرل انشورنس اور خصوصی تکافلی فنڈ کا طریق کار لائف انشورنس سے مماثلت رکھتا ہے۔اس اسکیم میں وقف کا تصور شامل کر لینے سے معاہدہ بیمہ عقود معاوضات کے بجائے عقود تبرعات کے دائرے میں آجاتا ہے جس میں غرر کا پایا جانا اسے فاسد نہیں کرتا۔اس متبادل نظام کے تیار کرنے میں کیونکہ ماہرین بیمہ بھی شریک تھے اسلیے اس بات کا امکان نہیں ہے کہ اس کاروبار کے عملی تقاضوں کو نظر انداز کیا گیا ہو گا۔اس

[1] بیمہ و قوانین بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، 1948، ص 57 تا 59

[2] حوالہ سابق، ص 58 شرط 14

رپورٹ میں دو باتوں پر اصرار کیا گیا ایک یہ کہ کاروبا بیمہ کو نفع اندوزی کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے اور دوسری یہ کہ کاروبار حکومتی نگرانی میں ہونا چاہیے۔ لیکن ان آراء کے حق میں کوئی دلائل نہیں دیئے گئے ہیں جس سے ایک تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی معاشیات کا انشورنس کے موضوع پر سیمینار:

بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی معاشیات نے ستمبر 2003ء میں ایک بین الاقوامی سیمینار "پاکستان میں نظام بیمہ کی اسلامائزیشن" کے عنوان سے منعقد کیا۔ اس سیمینار میں پاکستان کے علاوہ ملائشیا، بحرین، سری لنکا اور دیگر کئی ممالک سے ماہرین نے شرکت کی اور مقالے پیش کیے۔ پاکستان کی تقریباً تمام انشورنس کمپنیوں کے اعلی عہدیدار اس سیمینار میں شریک ہوئے۔ اس سیمینار میں اسلامی انشورنس (تکافل) کا تعارف اور مختصر تاریخ پیش کی گئی۔ دنیا بھر میں تکافل کی پیش رفت اور بالخصوص ملائشیا میں اس کی ترقی اعداد و شمار کے ساتھ بیان کی گئی۔ تکافل فنڈ کی سرمایہ کاری اور اس کی اکاونٹنگ (Accounting) کے طریقہ کار پر ماہرین نے روشنی ڈالی۔ مکرر بیمہ (Re-Takaful) کی ضرورت اور اسلامی دائرہ کار میں اس کے طریق کار کی وضاحت کی گئی۔ پاکستان میں اسلامی بیمہ کو متعارف کرانے میں حائل دشواریاں اور عملی مشکلات بھی پیش کی گئیں، عصر حاضر میں موجود تکافل کے مختلف ماڈلز کا تنقیدی جائزہ لیا گیا اور بتایا گیا کہ تبرع کے تصور پر مبنی نظام یہ خرابی رکھتا ہے کہ تبرع کرنے والا کسی قسم کے تکافلی فوائد کا قانونی استحقاق نہیں رکھتا۔ ایک متبادل ماڈل، جو کہ دارالعلوم کراچی میں علماء اور ماہرین کی مجلس میں طے پایا تھا، سیمینار میں پیش کیا گیا۔ یہ ماڈل وقف، مضاربت اور وکالۃ کے تصورات پر مبنی ہے[1] سیمینار میں سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن کی طرف اعلان سے کیا گیا کہ وہ ایک کمیٹی قائم کر رہے ہیں جو تمام امور کا جائزہ لیکر مناسب قوانین تجویز کرے گی۔ 2005ء میں قوانین تیار ہوئے اور 2006ء میں پاکستان کی سطح پر تکافل کا آغاز ہو گیا ہے۔

خلاصہ و نتائج:

مذکورہ بالا تمام اجتماعی اداروں کی قرار دادوں اور کانفرنسوں کے اعلامیوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ متعدد علماء موجودہ نظام بیمہ کے جائز ہونے کے قائل ہیں لیکن کسی بھی اجتماعی فورم پر یہ رائے شرف قبولیت حاصل نہ کر سکی۔ تمام اجتماعی فیصلے اس بات پر متفق ہیں کہ:

1. موجودہ نظام بیمہ ناجائز اور شرعاً ناقابل قبول ہے اسلیے کہ اس میں ربا، غرر، قمار اور اکل المال بالباطل جیسے عناصر پائے جاتے ہیں۔
2. موجودہ نظام تعاون اور ہمدردی کے بجائے ایک تجارتی معاہدہ ہے جس کا مقصد نفع کا حصول ہے اور انشورنس کمپنیاں پوری کوشش کرتی ہیں کہ مختلف اعتراضات لگا کر نقصان کی تلافی کرنے سے بچ جائیں۔

[1] عبدالرحیم عبد الوہاب، "تکافل کے مختلف ماڈلز: امکانات، دشواریاں اور انشورنس کی اسلامائزیشن کیلئے عملی تجاویز" (انگریزی) بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی معاشیات کے سیمینار منعقدہ ستمبر 2003ء میں پڑھا گیا۔

3. عمومی طور پر یہ بات ہر فیصلے میں نظر آتی ہے کہ تعاونی بیمہ کو موجودہ تجارتی بیمہ کا متبادل سمجھا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ بیمہ کے تصور کو فی نفسہ غلط نہیں سمجھا گیا ہے۔ بلکہ اس کے عملی طریق کار پر اعتراضات کیے گئے ہیں اور اسے شریعت کے مطابق بنانے کی تجویز دی گئی ہے۔

4. اجتماعی فقہی اداروں میں ان تمام دلائل کا بھی تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے جو موجودہ نظام بیمہ کے حامیان اسکے جواز میں پیش کرتے ہیں اور ان کا موثر جواب دیا گیا ہے۔

5. چند اداروں بالخصوص اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے ایک شریعت سے ہم آہنگ نظام بیمہ کا خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے جو موجودہ نظام کا متبادل تیار کرنے کیلئے ایک مستحکم بنیاد فراہم کرنا ہے۔ یہ عملی خاکہ وقف اور مضاربت کی بنیاپر تشکیل دیا گیا ہے۔ جس سے موجودہ بیمہ کی خرابیاں بڑی حد تک دور ہو جاتی ہیں۔

البتہ ان تمام اجتماعی آراء میں چند امور وضاحت طلب محسوس ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1. اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ بیمہ کا کاروبار تعاونی بنیاد پر ہونا چاہیے اور ایسا کوئی بھی نظام جس میں پالیسی ہولڈرز اور شیئر ہولڈرز الگ ہوں وہ اسلامی لحاظ سے قابل قبول نہیں ہے۔ اب تک کا تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تعاونی بیمہ (Mutual Insurance) کا نظام بہت کامیاب ثابت نہیں ہوا ہے۔ خود پاکستان میں بھی کواپریٹو ادارے بری طرح ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ اسلیے ایک ایسے طریق کار کو جو عملی لحاظ سے ناکام ثابت ہو چکا ہو کسی اسلامی اسکیم سے جوڑنا اس اسکیم کیلئے مضر ہو سکتا ہے۔

2. اسلامی نظام بیمہ کو نفع اندوزی کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے کیونکہ یہ لوگوں کی مصیبتوں اور آلام سے نفع کمانے کے مترادف ہے۔ اگر یہ بات درست مانی جائے تو پھر ایسے کئی پیشوں پر پابندی لگانی پڑے گی جہاں انسان کی پریشانی سے آمدن حاصل کی جاتی ہے اور سب سے سرفہرست ان میں طب کا شعبہ آتا ہے۔ عدالتوں اور وکالت کا شعبہ بھی پریشان حال لوگوں کی بنیاد پر چلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسلامی تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہے کہ جو بھی کاروبار شرعاً جائز طریقے سے اور اسلامی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے کیا جائے اس میں نفع کمانا جائز ہو گا۔ اسلیے یہ بات کچھ زیادہ مبالغہ آمیز لگتی ہے کہ کاروبار بیمہ کو نفع کمانے کیلئے استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

3. یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اسلامی نظام بیمہ سرکاری شعبہ میں ہونی چاہیے کیونکہ وہ امور جو انفرادی صورت میں غلط ہوتے ہیں اجتماعی صورت میں بالخصوص حکومت کے معاملے میں اپنی نوعیت بدل لیتے ہیں اور قابل قبول بن جاتے ہیں[1] حالانکہ ریاست تو خود شریعت کے نفاذ کی ذمہ دار ہوتی ہے ۔اس خیال کی بنیاد پر پاکستان میں جاری پوسٹل لائف انشورنس، اولڈ ایج بنیفیٹ، جنگی خطرات کے بیمہ وغیرہ کو اس بنیاد پر جائز قرار دیا گیا ہے کہ یہ

[1] رپورٹ اسلامی نظام بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، 1992، ص 37

حکومتی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں اور تعاونی بنیاد پر قائم ہیں۔[1]

حالانکہ یہ بھی تجارتی معاہدہ ہے جو یہ ادارے افراد سے کرتے ہیں ان افراد سے رقم وصول کر کے انہیں کچھ فوائد مستقبل میں فراہم کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ جس طرح دو افراد کے درمیان معاہدہ شریعت کے مطابق ہونا چاہیے اسی طرح فرد اور حکومت کے درمیان معاہدے بھی شریعت سے ہم آہنگ ہونے چاہئیں۔ جو چیز افراد کے لیے ناجائز ہے وہ حکومت کے لیے جائز نہیں سمجھی جاسکتی۔ ان امور سے قطع نظر ہم یہ بات پورے اطمینان قلب کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ نئے پیش آنے والے امور پر سوچ و بچار کا کام کبھی بھی نہیں رکا تھا لیکن ان اجتماعی فقہی اداروں کے وجود میں آنے سے یہ کام بہت باقاعدہ اور ہمہ جہت ہو گیا ہے۔ انشورنس کے موضوع پر بھی کیا جانے والا کام امت کی رہنمائی کیلئے بہت بیش قیمت ہے۔ اس کی روشنی میں مزید آگے بڑھنے والے اپنا راستہ بآسانی پا سکتے ہیں۔

@ 2022 by the author. this article is an open access article distributed
Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution
(CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

[1] رپورٹ اسلامی نظام بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، 1992، ص 37، ص 37